ISSN E: 2709-8273
ISSN P:2709-8265
JOURNAL OF APPLIED LINGUISTICS AND TESOL



# جدید بینکاری نظام اور فقہائے کرام کے نظریاتی رجحانات

# MODERN BANKING SYSTEM AND THE THEORETICAL ORIENTATIONS OF ISLAMIC JURISTS

**Dr.Mumtaz Ali Bhutto**
Assistant Professor Department of Islamic studies
Govt:Boys Degree college Ratodero District: Larkana, Sindh
mabhutto2012@gmail.com
**Mujeeb Rehman Solangi**
Designation: Assistant Professor
Shah Abdul Latif University, Khairpur Mirs,Sindh
msolangi062@gmail.com
**Muhammad Jamil Haider**
Phd.Scholar Lecturer, Department of Islamic Studies & Shariah
The Minhaj University Lahore, Pakistan
Jamilhaider023@gmail.com

## Abstract

*From its very inception, Islam has emphasized economic justice, lawful earnings, and the equitable distribution of wealth as core principles of its socio-economic framework. The Holy Qur'an has repeatedly and emphatically prohibited riba (usury or interest), while the Prophet Muhammad ﷺ warned against its destructive social and moral consequences. As a result, Islamic jurisprudence (fiqh) offers a comprehensive financial system that is not only free from interest but also ensures human welfare, economic balance, and social equity.In the modern era, as Muslim-majority states emerged from colonial rule and encountered new political, legal, and economic systems, they inherited financial structures deeply rooted in Western capitalist ideologies. Among the most prominent of these institutions was the banking system, which was inherently linked to interest-based lending, debt-driven economies, and a global regime of financial control. Within this context, the Muslim world faced a profound jurisprudential, ethical, and practical challenge: Can modern banking be reshaped to conform to Islamic principles, or is it fundamentally un-Islamic and impermissible in its essence?*

*This question sparked intense intellectual debate among Muslim jurists. On one side are scholars who consider the modern banking system to be inherently ribawi (usurious) and beyond reform. According to them, the current financial architecture promotes social exploitation, widens the gap between the rich and the poor, and perpetuates a global system of financial subjugation hence, it must be categorically rejected. On the other side, some contemporary jurists and Islamic economists, guided by principles of ijtihad (independent reasoning), qiyas (analogy), and maslahah (public interest), have attempted to develop an Islamic alternative to conventional banking. Their objective has been to meet the economic needs of the modern world while remaining within the bounds of Shari'ah. This effort has led to the practical emergence of Islamic banking, takaful (Islamic insurance), and financing models such as mudarabah and musharakah, which are now spreading rapidly across the globe.The present article, therefore, offers a comparative analysis of the modern banking system and the various theoretical orientations of Muslim jurists in relation to it. The aim is to explore how effectively Islamic jurisprudence can respond to contemporary financial challenges, what the scholarly disagreements are based upon, and whether a balanced path can be forged that not only adheres to Shari'ah principles but also offers practical solutions to modern economic realities.*

**Keywords:** Modern Banking, Theoretical, Orientations, Islamic Jurists, Comprehensive, Exploitation

جدید نظامِ بینکاری(Modern Banking System)نے معاشی، تجارتی اور مالیاتی سطح پر ایک انقلابی تبدیلی پیدا کی ہے۔ یہ نظام سودی بنیادوں پر استوار ہے اور قرض، سرمایہ کاری، ادائیگی، بچت اور مالیاتی خدمات کی جدید شکلوں پر مشتمل ہوتا ہے۔ بینک صرف مالی لین دین کے ادارے نہیں رہے بلکہ ریاستی و عالمی معیشت کے ستون بن چکے ہیں۔ اس نظام میں سود (interest) کو بنیادی اہمیت حاصل ہے، جو کہ اسلامی تعلیمات میں ربا کے زمرے میں آتا ہے اور اس کی حرمت پر قرآن و سنت کی واضح تعلیمات موجود ہیں۔ فقہاء نے جب اس جدید نظام کا سامنا کیا تو اس پر مختلف رجحانات سامنے آئے۔ ایک طرف کچھ علماء نے اس پورے نظام کو غیر

ISSN E: 2709-8273
ISSN P:2709-8265
JOURNAL OF APPLIED LINGUISTICS AND TESOL
JALT



اسلامی اور ربا پر مبنی قرار دیتے ہوئے اسے ناجائز قرار دیا، جبکہ دوسری طرف بعض فقہاء نے اس نظام کا گہرائی سے مطالعہ کر کے اس میں موجود غیر سودی متبادل تلاش کرنے کی کوشش کی۔ اس کے نتیجے میں اسلامی بینکاری (Islamic Banking) اور مالیاتی اداروں کے قیام کی بنیاد رکھی گئی تاکہ شریعت کے دائرے میں رہ کر مالی ضروریات پوری کی جاسکیں۔ یہ رجحانات اجتہادی نوعیت کے ہیں اور ان میں تنوع فقہی بصیرت، وقت کی ضروریات اور معاشی مجبوریوں کے ساتھ ساتھ شرعی اصولوں کو مد نظر رکھتے ہوئے سامنے آیا ہے۔ فقہاء کا عمومی رجحان یہ رہا ہے کہ جہاں شریعت کے اصولوں کی خلاف ورزی نہ ہو، وہاں جدید مالیاتی نظام میں ایسے ذرائع اختیار کیے جائیں جو اسلامی اخلاقیات اور مقاصدِ شریعت کے مطابق ہوں۔

**اسلامی ترقیاتی بینک اور عالمی اسلامی مالیاتی ادارے**

1970ء اور 1980ء کی دہائیوں میں اسلامی مالیاتی تحریک نے مزید تیزی پکڑی، جس کے نتیجے میں عالمی سطح پر کئی بڑے اسلامی مالیاتی ادارے وجود میں آئے۔ ان میں دار المال الاسلامی (DMI) کا نام سرِ فہرست ہے، جس نے اپنے قیام کے بعد 1992ء تک 22 مختلف اداروں کے ذریعے 41 ممالک میں اسلامی مالیاتی سرگرمیاں شروع کیں۔ اسی طرح البرکہ گروپ ایک اور نمایاں اسلامی مالیاتی گروپ تھا، جو 1992ء تک 21 ذیلی اداروں کے ساتھ دنیا بھر میں اسلامی مالیاتی خدمات فراہم کر رہا تھا۔[1]

ان اداروں کا بنیادی مقصد اسلامی بینکاری کے بارے میں تجربہ، رہنمائی، اور سرمایہ فراہم کرنا تھا، تاکہ عالمی سطح پر سود سے پاک مالیاتی ماڈل کو فروغ دیا جا سکے۔ ان اداروں نے اسلامی بینکاری کے نظریہ کو عملی جامہ پہنانے میں کلیدی کردار ادا کیا اور دنیا کے مختلف خطوں میں اسلامی سرمایہ کاری اور مالیاتی خدمات کو متعارف کرایا۔

**موجودہ اسلامی بینکاری پر علماء کے اعتراضات**

پاکستان میں اسلامی بینکاری کے موجودہ ماڈل پر متعدد جید علمائے کرام نے گہرے تحفظات کا اظہار کیا ہے۔ ان کا موقف ہے کہ اسلامی بینکاری کے نام پر جو نظام پیش کیا جا رہا ہے، اس میں حقیقی طور پر اسلامی اصولوں کی پیروی کم اور صرف ظاہری اصطلاحات کا استعمال زیادہ ہے۔ ان علما کے مطابق، بینکاری کے یہ موجودہ ماڈل اصل میں روایتی سودی ڈھانچے ہی کی ایک نئی شکل ہے، جسے اسلامی اصطلاحات کا لبادہ اوڑھا کر عوام کے سامنے پیش کیا گیا ہے۔

علماء کا استدلال اس بنیادی قرآنی اصول پر مبنی ہے، جس میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

"يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَذَرُوا مَا بَقِيَ مِنَ الرِّبَا إِن كُنتُم مُّؤْمِنِينَ"

"اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور جو کچھ سود میں سے باقی رہ گیا ہے، اسے چھوڑ دو اگر تم مومن ہو۔"[2]

مزید نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے:

"لَعَنَ اللَّهُ آكِلَ الرِّبَا وَمُوكِلَهُ وَكَاتِبَهُ وَشَاهِدَيْهِ وَقَالَ هُمْ سَوَاءٌ"

"اللہ تعالیٰ نے سود لینے والے، سود دینے والے، اس کے لکھنے والے اور اس پر گواہ بننے والوں پر لعنت فرمائی ہے اور فرمایا: یہ سب برابر ہیں۔"[3]

**علماء کی اجتماعی فتویٰ**

ان اعتراضات کی شدت کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ پاکستان کے چاروں صوبوں کے جید علمائے کرام اور مفتیانِ عظام کا ایک مشترکہ اجلاس 28 اگست 2008ء (25 شعبان المعظم 1429ھ) کو حضرت مولانا سلیم اللہ خان دامت برکاتہم کی صدارت میں جامعہ فاروقیہ کراچی میں منعقد ہوا۔ اس اجلاس میں مفتیانِ کرام نے طویل غور و فکر اور شرعی نصوص کی روشنی میں موجودہ اسلامی بینکاری کے معاملات کا تفصیلی جائزہ لیا۔

اجلاس کے بعد مفتیانِ کرام کا متفقہ فتویٰ صادر ہوا جس میں یہ قرار دیا گیا کہ:

---

1 اوصاف احمد، اسلامی بینکاری، انسٹیٹیوٹ آف پالیسی اسٹڈیز، 1992، ص 32-33

2 القرآن، سورۃ البقرہ، 2:278

3 صحیح مسلم، کتاب المساقاۃ، حدیث: 1598

"اسلام کی طرف منسوب موجودہ مروجہ بینکاری قطعی غیر شرعی ہے۔ اس نظام میں اسلامی اصطلاحات کا محض استعمال کیا جارہا ہے، جبکہ حقیقت میں وہی روایتی سودی ڈھانچہ برقرار ہے، جس کی قرآن وسنت میں شدید مذمت کی گئی ہے۔ اس نظام کو اسلامی کہنا عوام کو دھوکہ دینے کے مترادف ہے۔"[4]

**موجودہ اسلامی بینکاری کی عملی خامیاں**

علمائے کرام کا کہنا ہے کہ موجودہ اسلامی بینکاری میں جو مرابحہ، اجارہ، استصناع، اور مشارکہ وغیرہ کے طریقے اپنائے جارہے ہیں، ان کا مقصد حقیقت میں اصل رسک شیئرنگ (Risk Sharing) کو ترک کر کے یقینی منافع کمانا ہے۔ شریعت کے اصول کے مطابق، اگر تجارت یا سرمایہ کاری کی بنیاد پر نفع لیا جائے تو اس کے ساتھ نقصان برداشت کرنے کی ذمہ داری بھی ہونی چاہیے، جسے "الغنم بالغرم" (نفع کا حق صرف اس کو ہے جو نقصان کا بھی ذمہ دار ہو) کے اصول کے تحت لازم قرار دیا گیا ہے۔ تاہم موجودہ ماڈل میں، بینک نقصان کی ذمہ داری سے مکمل طور پر خود کو محفوظ رکھتے ہیں اور "اسلامی" لفظ لگا کر دراصل سود ہی کی متبادل شکلیں استعمال کی جاتی ہیں۔ اس پر اکابرینِ دین نے فرمایا:

"إن الربا حرام ولو سُمِّيَ بغير اسمه"

"سود حرام ہے، چاہے اس کو کسی اور نام سے کیوں نہ پکارا جائے۔"[5]

ایک اور بڑا اعتراض اس نظام کے شرعی نگران بورڈز (Shariah Boards) پر بھی ہے۔ علماء کا کہنا ہے کہ ان بورڈز کے ارکان بینکوں کے مستقل مشیر (Advisor) ہوتے ہیں، جنہیں بینک کی جانب سے تنخواہیں اور مراعات دی جاتی ہیں۔ نتیجتاً، ان کی آزادی اور غیر جانبداری مشکوک ہو جاتی ہے، اور وہ بینکوں کے مفاد میں فیصلے دینے پر مجبور ہو جاتے ہیں۔ علمائے کرام کا موقف ہے کہ اگر اسلامی بینکاری کو واقعی شریعت کے مطابق بنانا ہے، تو صرف نام یا دستاویزات کی تبدیلی کافی نہیں بلکہ بنیادی ڈھانچے کو مکمل طور پر تبدیل کرنا ہوگا۔ اصل اسلامی ماڈل میں رسک شیئرنگ، حقیقی تجارت، اور حقیقی اثاثہ جات کی بنیاد پر منافع اور نقصان کو مشترکہ طور پر برداشت کرنے کا نظام قائم کرنا ضروری ہے۔ پاکستان میں اسلامی بینکاری کے موجودہ ماڈل پر علما کے اعتراضات اس بات کا ثبوت ہیں کہ اصل اسلامی مالیاتی نظام محض لفظی تبدیلیوں سے نافذ نہیں کیا جاسکتا۔ جب تک اس میں حقیقی شفافیت، رسک شیئرنگ، اور شریعت کے بنیادی اصولوں کو جڑ سے نافذ نہیں کیا جاتا، اس وقت تک اسے مکمل اسلامی کہنا گمراہی اور عوام کو دھوکہ دینے کے مترادف ہے۔

**موجودہ اسلامی بینکاری پر علماء کے تفصیلی اعتراضات**

پاکستان کے جید علماء کرام کی طرف سے جاری کردہ متفقہ فتویٰ میں یہ واضح الفاظ میں بیان کیا گیا کہ موجودہ اسلامی بینکاری نہ صرف اسلامی اصولوں سے انحراف پر مبنی ہے بلکہ اس میں سودی بینکاری کے اصول ہی کو نئے ناموں اور ظاہری تبدیلیوں کے ساتھ پیش کیا گیا ہے۔ اس لیے ان بینکوں کے ساتھ اسلامی یا شرعی سمجھ کر جو بھی معاملات کیے جاتے ہیں، وہ ناجائز اور حرام ہیں، اور ان کا حکم دیگر روایتی سودی بینکوں کی طرح ہی ہے۔[6]

علماء کا پہلا اور بنیادی اعتراض یہ ہے کہ موجودہ اسلامی بینکنگ، اس طریق کار پر عمل پیرا نہیں ہے جسے مجلسِ تحقیقِ مسائلِ حاضرہ کے علمائے کرام نے طے کیا تھا۔ انہی اصولوں کی بنیاد پر اصل اسلامی بینکاری کا ڈھانچہ بنایا جانا تھا تاکہ اسلامی بینک اپنی جداگانہ شناخت برقرار رکھ سکیں۔ تاہم، عملی صورتِ حال یہ ہے کہ موجودہ بینک اس اصولی ڈھانچے پر قائم نہ رہ سکے، نتیجتاً اسلامی بینکنگ اپنی شناخت برقرار رکھنے میں ناکام رہی۔[7]

**تلفیق محرم کا استعمال**

---

[4] ماہنامہ بینات، مدیر: سعید احمد جلال پوری، جامعہ علوم اسلامیہ بنوری ٹاؤن، کراچی، اکتوبر 2008، ص 82-84

[5] ابن قدامہ، المغنی، دار الفکر، 1405ھ، ج4، ص132

[6] ماہنامہ بینات، مدیر: سعید احمد جلال پوری، جامعہ علوم اسلامیہ بنوری ٹاؤن، کراچی، اکتوبر 2008، ص 82-83

[7] رفیق احمد بالاکوٹی، مروجہ اسلامی بینکاری اور جمہور علماء کے موقف کا خلاصہ، ماہنامہ بینات، اکتوبر 2008، ص 86

علماء کا دوسرا بڑا اعتراض تلفیق محرم (حرام اجتہادی اصولوں کو ملا دینا) کے استعمال پر ہے۔ تلفیق محرم کا مطلب یہ ہے کہ مختلف فقہی مکاتب فکر کے اصولوں کو اس طرح ملایا جائے کہ ان سے ایک ایسا نتیجہ اخذ کیا جائے، جو اصل میں ہر مکتب کے اپنے اصولوں کے اعتبار سے ناجائز ہو۔ موجودہ اسلامی بینکاری میں یہی عمل بار بار دہرایا جا رہا ہے تاکہ مطلوبہ مالیاتی پروڈکٹس کو اسلامی رنگ دیا جا سکے۔

یہاں علماء کی یہ تنبیہ قابل غور ہے کہ:

"التَّلفِيقُ فِي الفُتْيَا مُحَرَّمٌ إذا أَدَّى إلى التَّحَيُّلِ على الحُكْمِ الشَّرعِيِّ"

"فتویٰ میں تلفیق حرام ہے، اگر اس کا مقصد شرعی حکم پر حیلہ بازی کرنا ہو۔"[8]

علمائے کرام کے نزدیک، موجودہ اسلامی بینکاری کے اصول اور عملی صورتیں اصل میں سودی بینکاری کے اصولوں کی نئی شکل ہیں۔ ان میں حقیقی تجارت، شراکت، اور نقصان کی ذمہ داری جیسی بنیادی اسلامی اقدار کی کمی ہے، جو کہ شریعت کی روح کے منافی ہے۔ اس لیے اس نظام پر اعتماد کرنا، اور اس کے ذریعے مالی معاملات کو حلال سمجھنا، عوام الناس کو دھوکا دینے کے مترادف ہے۔

**مروجہ اسلامی بینکاری پر مزید اعتراضات**

علمائے کرام کے نزدیک مروجہ اسلامی بینکاری میں روایتی بینکنگ کے بہت سے تجارتی طریقوں کو نہ صرف اپنایا گیا بلکہ انہیں اسلامی لبادہ پہنانے کے لیے تلفیق محرم کا سہارا لیا گیا۔ تلفیق محرم کا مفہوم یہ ہے کہ بغیر شرعی تقاضے پورے کیے، مختلف فقہی مسالک کے اقوال کو اس طرح ملایا جائے کہ اصل مقصد حاصل ہو جائے، چاہے اس کا شرعی جواز نہ ہو۔ یہ عمل شریعت کی روح کے سراسر منافی ہے۔ علمائے کرام کا کہنا ہے:

"التلفيق فی المسائل الشرعية بلا حاجة يؤدی إلى نقض أحكام الشرع"

"شرعی مسائل میں بلا ضرورت تلفیق شرعی احکام کو منہدم کر دیتی ہے۔"[9]

**شخصی قانونی کا اصول**

علماء کا دوسرا اعتراض شخصی قانونی (Juristic Person) اور محدود ذمہ داری (Limited Liability) کے اصول پر ہے۔ ان کے نزدیک یہ اصول محض بینکوں کو فائدہ دینے کے لیے سودی بینکاری میں متعارف کرایا گیا تھا، جس کا مقصد بینکوں کو منافع دیتے رہنا اور نقصانات کی صورت میں ذمہ داری سے بری کر دینا تھا۔ جب تک بینکوں کو کاروبار سے منافع حاصل ہوتا رہتا ہے، وہ اپنے قانونی وجود (شخصی قانونی) کی بنیاد پر زیادہ سے زیادہ نفع سمیٹتے ہیں۔ لیکن جیسے ہی کاروبار میں خسارہ ہوتا ہے، تو یہ اصول انہیں نقصان کی ذمہ داری سے بری کر دیتا ہے۔

اسلامی بینکاری کے مجوزین نے ان اصولوں کو جائز قرار دینے کے لیے کمزور فقہی دلائل اور غیر مضبوط تاویلات پیش کیں۔ حالانکہ اسلام کسی ایسے اصول کو قبول نہیں کر سکتا جو کمزور طبقات اور عام کھاتہ داروں کا مالی استحصال کرے۔ قرآن کریم میں واضح ارشاد ہے:

"وَلَا تَأْكُلُوا أَمْوَالَكُم بَيْنَكُم بِالْبَاطِلِ"

"اور آپس میں ایک دوسرے کے مال باطل طریقے سے مت کھاؤ۔"[10]

**روایتی سودی شرح کو معیار بنانا**

تیسرا اعتراض یہ ہے کہ اسلامی بینک، شرکت اور مضاربت کے معاملات میں جو منافع کا تناسب رکھتے ہیں، وہ بالکل وہی ہے جو روایتی سودی بینک قرض پر سود کی شرح مقرر کرتے ہیں۔ اگر کسی سودی بینک کی قرض کی شرح مثلاً 8 فیصد ہو، تو اسلامی بینک اسی شرح کے برابر نفع کا تناسب مقرر کرتے ہیں۔ اس عمل کو علمائے کرام نے بنیادی طور پر غلط قرار دیا ہے کیونکہ اس طرح اصل میں سودی نظام ہی کو جاری رکھا جاتا ہے، صرف اس کا نام تبدیل کر دیا جاتا ہے۔ علماء کا کہنا ہے کہ اگر نفع و نقصان کی حقیقی

---

[8] ابن عابدین، ردالمحتار علی الدر المختار، دار الفکر، بیروت، 1412ھ، ج6، ص293

[9] ابن عابدین، ردالمحتار علی الدر المختار، دار الفکر، بیروت، 1412ھ، ج6، ص293

[10] القرآن، سورۃ البقرہ، 2:188

ISSN E: 2709-8273
ISSN P:2709-8265
JOURNAL OF APPLIED LINGUISTICS AND TESOL
JALT



شرکت مقصود ہو تو شرح منافع پہلے سے طے کرنا شرعی اصولوں کے خلاف ہے۔ اسلام میں تجارت اور شراکت کی بنیاد پر منافع کو طے کرنے کا اصول مختلف ہے، جس میں رسک اور نقصان کی شراکت بھی لازم ہے۔

"الْغُنْمُ بِالْغُرْمِ"

"نفع صرف اسی کو حاصل ہوگا جو نقصان کی ذمہ داری بھی اٹھائے۔"[11]

**اسٹیٹ بینک کی پابندی**

چوتھا اعتراض یہ ہے کہ اسلامی بینکوں کو اسٹیٹ بینک کی طرف سے مختلف پالیسی اور شرح نفع وغیرہ کی پابندی کا پابند بنایا گیا ہے، جس کی وجہ سے اسلامی بینک مکمل آزادی کے ساتھ شریعت کے اصولوں پر عمل پیرا نہیں ہو سکتے۔ اس پابندی کی وجہ سے اسلامی بینک وہی طریقہ کار اپنانے پر مجبور ہو جاتے ہیں، جو روایتی بینکنگ میں رائج ہے۔ نتیجتاً، حقیقی اسلامی اصولوں پر مبنی مالیاتی ماڈل نافذ کرنے کا امکان کم ہو جاتا ہے، اور اسلامی بینکاری کا منفرد اور شفاف تشخص باقی نہیں رہتا۔

علمائے کرام کے ان تمام اعتراضات کا خلاصہ یہی ہے کہ مروجہ اسلامی بینکاری کا موجودہ ڈھانچہ محض نام کا اسلامی ہے، حقیقت میں وہ سودی بینکاری کی ہی توسیع ہے۔ ان کے مطابق، اس نظام کے ذریعے عوام کو اسلامی بینکاری کا دھوکہ دیا جا رہا ہے، جس سے اسلام کی روح اور اصولوں کی نفی ہوتی ہے۔ اصل ضرورت اس بات کی ہے کہ اسلامی بینکاری کو مکمل طور پر شریعت کے مطابق بنانے کے لیے اس کے بنیادی ڈھانچے اور پالیسیوں میں گہری اور اصولی تبدیلیاں کی جائیں۔

**اسٹیٹ بینک کی پابندی اور شرکت متناقصہ**

علمائے کرام کا ایک بنیادی اعتراض یہ ہے کہ اسلامی بینک اپنے شرکت اور مضاربت کے معاہدات میں فریق ثانی (مثلاً سرمایہ کار یا کھاتہ دار) کو اسٹیٹ بینک کے مقررہ قواعد و ضوابط کا پابند بناتے ہیں۔ جیسے ہی اسٹیٹ بینک شرح سود میں کمی یا اضافہ کرتا ہے، اسلامی بینک بھی جاری معاہدات میں اسی تناسب سے شرح نفع میں تبدیلی کر دیتے ہیں۔ یہ طرز عمل نہ صرف اسلامی اصولوں کے منافی ہے بلکہ اسٹیٹ بینک کے اکثر مالیاتی ضوابط بھی شرعی احکام سے متصادم ہیں۔ علمائے کرام کا کہنا ہے کہ اسلامی بینکنگ کا اصل مقصد سودی نظام سے مکمل علیحدگی تھا، نہ کہ اسے نام بدل کر جاری رکھنا۔

"وَأَحَلَّ اللَّهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبَا"

"اللہ نے تجارت کو حلال اور سود کو حرام کیا ہے۔"[12]

**شرکت متناقصہ کا اعتراض**

اسلامی بینک گھروں یا جائیداد کی تمویل کے لیے شرکت متناقصہ کا استعمال کرتے ہیں۔ اس ماڈل میں دو فریق مل کر کسی چیز کو خرید لیتے ہیں، پھر ایک فریق اپنے حصے کو قسطوں کی صورت میں دوسرے فریق سے خریدتا رہتا ہے، یہاں تک کہ وہ مکمل مالک بن جاتا ہے۔ اس عمل کو بعض علماء ناجائز سمجھتے ہیں کیونکہ اس میں کئی فقہی مفاسد پائے جاتے ہیں، جیسے صفقۃ فی صفقۃ (ایک معاملے میں دوسرا معاملہ شامل کرنا) اور بیع بشرط (ایسی شرط والی بیع جو ایک فریق کو فائدہ اور دوسرے کو نقصان پہنچائے)۔

یہ مفاسد فقہ اسلامی میں صراحت کے ساتھ ممنوع قرار دیے گئے ہیں۔ حدیث شریف میں ہے:

"نَهَى رَسُولُ اللَّهِ ﷺ عَنْ بَيْعَتَيْنِ فِي بَيْعَةٍ"

"رسول اللہ ﷺ نے ایک بیع میں دو بیعوں سے منع فرمایا۔"[13]

**بینک کی آمدنی کا ناجائز ہونا**

---

[11] ابن تیمیہ، مجموع الفتاوی، مجمع الملک فھد، 1995، ج29، ص22

[12] القرآن، سورۃ البقرہ، 2:275

[13] ابوداؤد، کتاب البیوع، حدیث: 3461

ISSN E: 2709-8273
ISSN P:2709-8265
JOURNAL OF APPLIED LINGUISTICS AND TESOL
JALT



علماء کے مطابق، اسلامی بینک اسٹیٹ بینک کے قواعد وضوابط کے پابند ہونے کی وجہ سے Scheduled Banks میں شمار ہوتے ہیں۔ اسٹیٹ بینک جب مرکزی بینک کی حیثیت سے قرض دیتا ہے، تو وہ لازماً سود پر ہوتا ہے۔ چنانچہ ان اسلامی بینکوں کی ایک بڑی آمدنی اس سودی نظام پر منحصر ہوتی ہے۔ مزید برآں، یہ بینک اپنے سرمائے کو حصص کی خرید و فروخت اور دیگر مشتبہ کاروباری سرگرمیوں میں بھی لگاتے ہیں، جس کی وجہ سے ان کی آمدنی کا بڑا حصہ غیر شرعی قرار پاتا ہے۔

یہاں تک کہ بعض اسلامی ماہرین بینکاری، جیسے ڈاکٹر عمران اشرف عثمانی (مفتی تقی عثمانی کے صاحبزادے)، بھی اس بات کا اعتراف کرتے ہیں کہ اسلامی بینک، شرعی اصولوں کے برخلاف، حصص کی خرید و فروخت مرابحہ کی بنیاد پر کرتے ہیں۔ وہ لکھتے ہیں:

> "The shares of a lawful company can be sold or purchased on Murabahah basis because, according to the principles of Islam, the shares represent the ownership of the underlying assets[14]".
>
> "کسی جائز کمپنی کے حصص کو مرابحہ کی بنیاد پر خریدا یا بیچا جا سکتا ہے کیونکہ اسلامی اصولوں کے مطابق، حصص کمپنی کے اصل اثاثہ جات میں ملکیت کی نمائندگی کرتے ہیں۔"

ان تمام اعتراضات کے تناظر میں دیکھا جائے تو علما کا بنیادی مؤقف یہی ہے کہ موجودہ اسلامی بینکنگ سسٹم اصل اسلامی روح سے کوسوں دور ہے۔ اس میں سودی نظام کے بنیادی ڈھانچے کو صرف اسلامی اصطلاحات سے مزین کر کے پیش کیا گیا ہے۔ علمائے کرام کے مطابق، جب تک بنیادی ڈھانچے اور پالیسیوں میں اصولی تبدیلیاں نہ لائی جائیں، اس نظام کو حقیقی معنوں میں اسلامی قرار دینا ممکن نہیں۔

### کھاتہ دار کی عدم آگاہی اور مضاربت کی شرعی کمزوریاں

مروجہ اسلامی بینکاری پر ایک بنیادی اعتراض یہ ہے کہ کھاتہ دار جب بینک میں رقم جمع کرواتا ہے، تو اسے اس بات کا علم ہی نہیں ہوتا کہ اس کا پیسہ کس معاہدے کے تحت استعمال ہوگا: آیا وہ شرکت کے تحت استعمال ہو رہا ہے یا مضاربت کے تحت۔ یہ عدم وضاحت شرعی اعتبار سے عقد (معاہدہ) کے بنیادی تقاضوں کے خلاف ہے کیونکہ ایجاب و قبول (واضح رضامندی) اسلامی فقہ میں لازم ہے۔ یہاں عموماً کھاتہ دار ایک فارم پر دستخط کر دیتا ہے، لیکن اسے عقد کی نوعیت، شرائط اور ممکنہ نتائج سے مکمل آگاہی حاصل نہیں ہوتی۔[15]

علاوہ ازیں، فقہاء نے لکھا ہے کہ مضاربت کے صحیح ہونے کے لیے رب المال (سرمایہ فراہم کرنے والا) کو اپنے مال پر مکمل تخلیہ (possession-free) دینا لازمی ہے، تاکہ مضارب (کاروبار کرنے والا) آزادانہ طور پر مال کو استعمال کر سکے۔ اگر رب المال خود کاروبار میں حصہ لینے کی شرط رکھے، یا مال اپنے قبضے میں رکھے، تو مضاربت فاسد (باطل) ہو جاتی ہے۔ جیسا کہ ابن عابدینؒ نے فرمایا:

"فلو شرط رب المال أن يعمل مع المضارب لا تجوز المضاربة سواء كان المالك عاقداً أو لا."

"اگر رب المال شرط لگائے کہ وہ مضارب کے ساتھ کام کرے گا، تو مضاربت جائز نہیں ہوگی، چاہے وہ عقد کرنے والا ہو یا نہ ہو۔"[16]

اسی طرح اگر رب المال، مضارب کی اجازت کے بغیر مال واپس لے اور خود تجارت کرے، تو عقد فسخ ہو جاتا ہے۔

"إذا قبض رب المال المال من المضارب واشترى به بنفسه بغير إذنه تفسد المضاربة."

"اگر رب المال، مضارب کی اجازت کے بغیر مال لے اور خود خرید و فروخت کرے، تو مضاربت فاسد ہو جائے گی۔"[17]

مروجہ بینکاری میں، بینک اپنے کھاتہ دار کو چیک بک دے دیتا ہے جس کے ذریعے وہ جب چاہے، پیسے نکال سکتا ہے۔ اس طرح مضارب (بینک) اور مال مضاربت کے درمیان تخلیہ کی شرط باقی نہیں رہتی، جو کہ شرعی نقطہ نظر سے مضاربت کو باطل کر دیتی ہے۔

---

14 Imran Ashraf Usmani, Meezan Bank's Guide to Islamic Banking, Karachi: Darul Ishaat, 2010, p. 232

15 حمید اللہ جان، اسلامی نظام معیشت کے تناظر میں موجودہ اسلامی بینکنگ پر ایک تحقیقی فتویٰ، ص8

16 ابن عابدین، ردالمحتار علی الدر المختار، بیروت: دار الفکر، 1386ھ، ج4، ص540

17 ایضاً، ج4، ص546

ISSN E: 2709-8273
ISSN P:2709-8265
JOURNAL OF APPLIED LINGUISTICS AND TESOL
JALT



### مرابحہ کی بنیاد پر حصص کی خرید وفروخت

ایک اور اہم اعتراض مرابحہ پر مبنی حصص (Shares) کی خرید وفروخت ہے۔ ڈاکٹر عمران اشرف عثمانی اس کی اجازت دیتے ہوئے لکھتے ہیں کہ اگر دیگر تمام شرعی شرائط پوری کی جائیں، تو کمپنی کے حصص کو مرابحہ کی بنیاد پر خریدا یا بیچا جا سکتا ہے کیونکہ یہ اثاثوں میں ملکیت کی نمائندگی کرتے ہیں۔

> "The shares of a lawful company can be sold or purchased on Murabahah basis because, according to the principles of Islam, the shares represent the ownership into assets of the company provided all other basic conditions of the transaction are fulfilled[18]".

تاہم ڈاکٹر عبد الواحد اس کی وضاحت کرتے ہیں کہ اگرچہ کمپنی کے حصص اثاثوں کی ملکیت کی دلیل ہیں، مگر ان کا کاروباری طریقہ اور اس میں شامل اشیاء اگر متغیرز (غیر متعین یا غیر واضح) ہوں، تو ایسی خرید وفروخت ناجائز ہوگی۔

> "مرابحہ کی بنیاد پر کسی باقاعدہ کمپنی کے حصص خریدے اور فروخت کیے جا سکتے ہیں کیونکہ اسلامی اصولوں کی رو سے جب عقد کی دیگر تمام بنیادی شرائط پوری کی جا رہی ہوں، یہ حصص کمپنی کے اثاثہ جات میں ملکیت کی دلیل ہیں۔ جبکہ تغیرز کی خرید وفروخت ناجائز ہے۔"[19]

### نفع کے تناسب کی جہالت اور عقد مضاربت کا شرعی تجزیہ

مروجہ اسلامی بینکاری پر یہ بنیادی اعتراض بھی وارد ہوتا ہے کہ اس میں نفع کا تناسب عقد کے آغاز میں معین نہیں کیا جاتا۔ مفتی حمید اللہ جان صاحب لکھتے ہیں کہ اسلامی بینکوں میں نفع کا تناسب ابتداء عقد میں طے نہیں ہوتا، اسی بنا پر انہوں نے "یومیہ سرمایہ کی بنیاد پر نفع کی تقسیم" (Distribution of Profit on Daily Product Basis) کا طریقہ ایجاد کیا ہے، جو فقہی اصولوں کے مطابق نہیں۔

طرح ڈاکٹر عبد الواحد صاحب نے بھی اس طریقہ تقسیم پر اعتراض کرتے ہوئے لکھا ہے کہ نفع کے اس طریقہ کار کی بنیاد فقہ اسلامی میں نہیں ملتی اور یہ اسلامی بینکاری کی روح کے منافی ہے۔

فقہی اصول کی رو سے عقد مضاربت کی صحت کے لیے ضروری ہے کہ نفع کی شرح ابتداء میں واضح طور پر متعین ہو، خواہ وہ نصف، تہائی یا چوتھائی ہو۔ اس حوالے سے ابن عابدینؒ فرماتے ہیں:

"فلو شرط رب المال أن يعمل مع المضارب لا تجوز المضاربة سواء كان المالك عاقدا أو لا."

ترجمہ: "اگر رب المال شرط لگا دے کہ وہ مضارب کے ساتھ کام کرے گا تو ایسی مضاربت جائز نہیں، چاہے رب المال عقد کا فریق ہو یا نہ ہو۔"[20]

بینکوں کے طریقہ کار میں کھاتہ دار کو اس بات کی اجازت دی جاتی ہے کہ وہ چیک بک کے ذریعے کسی بھی وقت اپنی رقم واپس لے سکتا ہے۔ حالانکہ فقہی اعتبار سے مضارب کو مال کا مکمل تصرف حاصل ہونا ضروری ہے، اور جب رب المال خود رقم میں تصرف کرنے لگے یا اس کو واپس لے تو مضاربت کی شرط ٹوٹ جاتی ہے، نتیجتاً مضاربت فاسد ہو جاتی ہے۔

### شراکت میں سرمایہ کا دخول اور خروج

روایتی فقہ کے مطابق عقد شراکت ایک متعین سرمایہ پر قائم ہوتا ہے، اور جب تک عقد جاری ہے، نہ تو کوئی نیا شریک بغیر نیا عقد شروع کیے شامل ہو سکتا ہے اور نہ کوئی شریک اپنا حصہ نکال سکتا ہے۔ معاصر اسلامی بینکاری میں اس اصول کی خلاف ورزی کی جاتی ہے۔ یہاں نئے کھاتہ داروں کو شراکت میں شامل کیا جاتا ہے اور پرانے کھاتہ دار کسی وقت بھی اپنی رقم نکال سکتے ہیں، جسے "Break Up Value" کے اصول کے تحت واپس کر دیا جاتا ہے۔

---

[18] Imran Ashraf Usmani, Meezan Bank's Guide to Islamic Banking, Karachi: Dar-ul-Ishaat, 2002, p. 130

[19] عبد الواحد، فقہی مضامین، کراچی: مجلس نشریات اسلام، 2006، ص 270

[20] ابن عابدین، رد المحتار علی الدر المختار، بیروت: دار الفکر، 1386ھ، ج4، ص 540

ISSN E: 2709-8273
ISSN P:2709-8265
JOURNAL OF APPLIED LINGUISTICS AND TESOL
JALT



اس عمل سے عقد شراکت کی بنیاد ہی ختم ہو جاتی ہے، کیونکہ اگر کوئی شریک اپنا حصہ بیچنا چاہے تو اس کا الگ معاہدہ ہونا چاہیے۔ موجودہ اسلامی بینکاری میں ایسا نہیں کیا جاتا، بلکہ روایتی بینکنگ کی طرح اکاؤنٹس کا ڈھانچہ رکھا جاتا ہے، جسے فقہی اعتبار سے ایک بڑی خامی سمجھا جاتا ہے۔

مروجہ اسلامی بینکاری کا بنیادی دعویٰ یہی ہے کہ یہ مکمل طور پر شریعت کے مطابق ہے اور اس میں سود سے مکمل اجتناب برتا جاتا ہے۔ لیکن جیسا کہ فقہائے کرام، بالخصوص مفتی حمید اللہ جان، مفتی عبدالواحد، مفتی رفیق احمد بالاکوٹی اور دیگر اکابر علمائے کرام کے فتاویٰ و تحریروں سے ظاہر ہے، معاصر اسلامی بینکاری میں شریعت کی روح اور فقہی اصولوں کی سختی سے پاسداری نہیں کی جا رہی۔

### یومیہ بنیاد پر نفع کی تقسیم

بینکوں کے طریقۂ کار میں جب کوئی کھاتہ دار اپنے سرمایے کو شراکت یا مضاربت کے کھاتے میں مخصوص مدت کے لیے جمع کراتا ہے، تو اگر وہ مدت پوری ہونے سے پہلے اپنی رقم نکال لے، تو اس کی واپسی Break Up Value کے اصول پر کی جاتی ہے۔ یعنی کمپنی یا بینک اگر تحلیل (Liquidate) ہو جائے، تو اس وقت اس شریک کو جو حصہ ملتا، وہی قدر (ویلیو) معین کر کے ادا کی جاتی ہے۔ اس کا مقصد شریک کو اس کے حصے کے مطابق رقم لوٹانا ہوتا ہے۔[21]

مفتی تقی عثمانی لکھتے ہیں کہ:

"ایسی صورت میں نفع کی تقسیم کے لیے یومیہ بنیاد کا فارمولہ متعارف کرایا گیا ہے۔"[22]

بطور وضاحت اگر فرض کیا جائے کہ مشارکت کی کل مدت 100 دن ہے، اس دوران عمر نے ابتداء میں پانچ ہزار روپے جمع کرائے، بکر نے دس ہزار، اور زید نے پہلے پانچ ہزار جمع کرا کر دس دن بعد نکال لیے اور آخر کے دس دن میں دوبارہ پانچ ہزار جمع کرائے۔ پورے سو دن میں کل سرمایہ چھ لاکھ روپے استعمال ہوا۔ اس حساب سے اگر کل نفع آٹھ ہزار روپے ہو، تو یومیہ سرمایہ کے تناسب سے عمر کو 2500 روپے، بکر کو 5000 روپے، اور زید کو 500 روپے نفع ملے گا۔

اس طریقہ کار پر دو اہم فقہی اعتراضات وارد ہوتے ہیں:

### پہلا اعتراض: نفع کی تخمینی تقسیم

پہلا اعتراض یہ ہے کہ اس تقسیم میں نفع تخمیناً (Estimated) تقسیم کیا جاتا ہے، حقیقت میں نہیں۔ ممکن ہے کہ آٹھ ہزار روپے کا کل نفع درمیان کے دنوں میں ہوا ہو، جبکہ شروع یا آخر کے دنوں میں جب زید کی رقم لگی رہی کوئی نفع نہ ہوا ہو۔ اس طرح زید کو بلاوجہ دوسروں کے سرمایے پر ہونے والے نفع میں سے پانچ سو روپے مل جاتے ہیں۔

### دوسرا اعتراض: نفع کا اشتراک

اس اعتراض کے جواب میں مولانا تقی عثمانی نے لکھا ہے کہ:

"مشارکت میں یہ ضروری نہیں کہ ہر شریک صرف اپنے سرمایے پر نفع حاصل کرے۔ شراکت کے بعد اگرچہ صرف ایک شریک کا سرمایہ استعمال ہو، لیکن نفع میں تمام شرکاء شریک ہوتے ہیں۔"[23]

تاہم معترضین کے مطابق یہ جواب صحیح نہیں۔ وجہ یہ ہے کہ شریعت میں نفع کا تعلق سرمایہ کے حقیقی استعمال سے ہے، نہ کہ محض شراکت کے نام سے۔ جب کوئی شریک اپنی رقم نکال لیتا ہے اور وہ کاروبار میں استعمال ہی نہیں ہوتی، تو پھر اس کو دوسرے شرکاء کے سرمایے پر ہونے والے نفع میں شریک کرنا شرعی اصولوں کے خلاف ہے۔ کیونکہ اس صورت میں وہ نفع کا حق دار نہیں رہتا، جیسا کہ اصول فقہ میں بیان ہوا ہے:

"الربح تابع للضمان."

---

[21] تقی عثمانی، اسلام اور جدید معیشت و تجارت، کراچی: مکتبہ معارف القرآن، 2006، ص136

[22] تقی عثمانی، اسلام اور جدید معیشت و تجارت، ص136

[23] تقی عثمانی، اسلام اور جدید معیشت و تجارت، ص136

"نفع ضمان (سرمایے کی ذمہ داری) کے تابع ہے۔"[24]

### شراکت کا بطلان اور نفع کی تقسیم کے اعتراضات

اگر کوئی شریک (خصوصاً Sleeping Partner) اپنا کل سرمایہ واپس لے لیتا ہے، تو ایسی صورت میں شراکت باقی ہی نہیں رہتی۔ کیونکہ شراکت کی بنیاد ہی مشترکہ سرمایہ ہے۔ اگر کل سرمایہ نہ نکالا جائے بلکہ کچھ حصہ، جیسے نصف نکال لیا جائے، تب بھی شراکت باطل ہو جاتی ہے۔ اس لیے کہ نئے سرمایے کے تناسب (Ratios) کے مطابق نئے عقد (معاہدے) کی ضرورت پڑے گی۔

### یومیہ نفع کی تقسیم پر دوسرا اعتراض: راس المال کا علم

یومیہ بنیادوں پر نفع کی تقسیم پر دوسرا اعتراض یہ ہے کہ جب کھاتے دار پیسے نکلواتے اور جمع کراتے رہتے ہیں، تو راس المال (اصل سرمایہ) کا علم ہونا ضروری ہوتا ہے۔ اس سلسلے میں ڈاکٹر عمران اشرف عثمانی نے اس اعتراض کا جواب دیتے ہوئے کہا ہے کہ حنفیہ کے نزدیک شراکت کے جواز کے لیے راس المال کی مکمل تعیین ضروری نہیں، کیونکہ اگر اس جہالت (نامعلوم ہونا) سے تنازعہ پیدا نہ ہو، تو یہ مانع (رکاوٹ) نہیں بنتی۔

علامہ کاسانی رحمہ اللہ بدائع الصنائع میں لکھتے ہیں:

"لنا أن الجهالة لا تمنع جواز العقد بعينها بل بفضا تها إلى المنازعة... إلخ"

"ہمارے نزدیک جہالت (نامعلوم ہونا) بذاتِ خود عقد کے جواز سے مانع نہیں ہے، بلکہ جب وہ تنازعے کی طرف لے جائے، تو مانع بنتی ہے۔

عقد کے وقت راس المال کی جہالت تنازعے کا سبب نہیں بنتی، کیونکہ عمومی طور پر دراہم (چاندی کے سکے) یا دنانیر (سونے کے سکے) خرید کے وقت تولا جاتے ہیں، لہٰذا ان کی مقدار معلوم ہو جاتی ہے اور اس وجہ سے نفع کی تقسیم میں بھی جہالت باقی نہیں رہتی۔"[25]

ڈاکٹر عبدالواحد لکھتے ہیں کہ علامہ کاسانی کی اس عبارت سے یہ استدلال کرنا کہ حنفیہ کے نزدیک راس المال کا علم شرط نہیں ہے، درست نہیں ہے۔ ان کے مطابق اس عبارت کا مفہوم صرف اتنا ہے کہ جب بوقت عقد دراہم سامنے دیئے جائیں، تو اجمالی علم حاصل ہو جاتا ہے، یعنی مجموعی مقدار معلوم ہو جاتی ہے۔

البتہ اس بات کا علم کہ ہر ایک درہم کا وزن کتنا ہے، ضروری نہیں ہے۔ اس لیے کہ اگر سرمائے کے اجمالی علم کی شرط بھی ختم کر دی جائے، تو شراکت بالاموال کی حقیقت ہی ختم ہو جائے گی۔[26]

ڈاکٹر عبدالواحد مزید لکھتے ہیں کہ بعض علماء اس اعتراض کے جواب میں درج ذیل حدیث پیش کرتے ہیں:

"المسلمون على شروطهم"

"مسلمان اپنے شرائط پر قائم رہتے ہیں۔"[27]

یعنی، بینک کے ساتھ کھاتہ کھولنے والے کھاتے دار نے جو شرط بینک کے ساتھ رکھی، وہی شرط نافذ ہو گی، چاہے وہ روایتی شراکت کی فقہی تعریف سے مختلف ہو۔ فقہی اصول کی رو سے، شراکت (مشارکت) کے صحیح ہونے کے لیے ضروری ہے کہ راس المال (اصل سرمایہ) کا اجمالی یا تفصیلی علم ہو، تاکہ نفع کا حق صحیح بنیاد پر تقسیم کیا جا سکے۔ اگر راس المال معلوم ہی نہ ہو، یا مسلسل تبدیل ہوتا رہے، تو اصل شراکت کے تصور ہی میں خلل آ جاتا ہے، جس کی وجہ سے یہ معاملہ فقہی طور پر مشکوک یا ناقص قرار پاتا ہے۔ بعض لوگ دلیل دیتے ہیں کہ اگر مسلمان آپس میں کوئی شرط کر لیں جو صریح شریعت کے خلاف نہ ہو تو وہ شرط معتبر ہو گی۔ لیکن اس دلیل میں یہ بات نظر انداز کر دی جاتی ہے کہ یہاں صرف نفع کی تقسیم کا معاملہ نہیں ہے، بلکہ ایک شریک کا نقصان بھی دوسرے شریک کے سر ڈال دیا جاتا ہے، جو کہ غیر منصفانہ ہے۔ اس لیے یہ معاملہ اس حدیث کے مصداق میں نہیں آتا۔

---

[24] ابن قدامہ، المغنی، بیروت: دار الفکر، ج 5، ص 23

[25] الکاسانی، بدائع الصنائع، ج 2، ص 57

[26] عبدالواحد، ڈاکٹر، فقہی مضامین، ص: 490

[27] ابو داود، کتاب الاجارہ، حدیث نمبر 3594

ISSN E: 2709-8273
ISSN P:2709-8265
JOURNAL OF APPLIED LINGUISTICS AND TESOL
JALT



## مرابحہ مئوجلہ پر اعتراضات

### روایتی بینکاری میں قرض کی صورت

سودی بینکاری میں قرض لینے والے افراد عموماً یہ قرض اس لیے لیتے ہیں کہ وہ اس سے اپنی ضرورت کی چیز خرید سکیں۔ بینک اس قرض پر سود لیتا ہے، اور اگر مقروض قسط وقت پر ادا نہ کرے تو سود بڑھادیا جاتا ہے۔

چونکہ اسلامی بینک سود پر قرض نہیں دے سکتا، اس لیے مرابحہ مئوجلہ کا طریقہ اپنایا گیا۔ اس میں بینک خود مطلوبہ شے بازار سے خرید کر، قیمت خرید میں نفع شامل کر کے قسطوں پر بیچ دیتا ہے۔

### ربح ما لم يضمن (بغیر ضمان کے نفع لینا)

معاصر اسلامی بینکاری میں مرابحہ مئوجلہ کے طریقے پر سب سے پہلا بنیادی اعتراض یہ ہے کہ

بینک اس معاملے میں بغیر ضمان (risk) کے نفع کمارہا ہے۔ یعنی بینک اس چیز کا نفع تو لیتا ہے، لیکن اس کے نقصان کی ذمہ داری قبول نہیں کرتا۔ فقہی اصطلاح میں اسے "ربح ما لم يضمن" کہا جاتا ہے، جو کہ شریعت میں ناجائز ہے۔[28]

### بیع تعاطی کی شرط کا موجود نہ ہونا

مرابحہ مئوجلہ میں خرید و فروخت کے لیے بیع تعاطی کا طریقہ اختیار کیا جاتا ہے، یعنی بغیر زبانی ایجاب و قبول کے، صرف اشیاء کے تبادلے سے معاملہ مکمل کر دیا جاتا ہے۔ فقہی اصول کے مطابق بیع تعاطی میں دونوں فریقوں کا ایک ہی مجلس (مجلسِ عقد) میں موجود ہونا ضروری ہے۔ معترضین کا کہنا ہے:

خریدار جب چیز خریدنے کے بعد بینک سے بیع تعاطی کرتا ہے، اس وقت وہ مجلس میں اکیلا ہوتا ہے، بینک کا کوئی نمائندہ موجود نہیں ہوتا، جو کہ شرعاً لازم ہے۔

### نمائندے کی تقرری کا فقدان

مجلس تحقیق اسلامیہ (جس کا ذکر پہلے ہو چکا ہے) کی سفارش تھی کہ

جب خریدار بینک کے وکیل کی حیثیت سے شے پر قبضہ کرے تو بینک اس قبضے کی تصدیق کے لیے اپنا نمائندہ بھیجے گا۔ لیکن بینکوں نے یہ شرط اختیار نہیں کی۔ حالانکہ یہ شرط بظاہر صرف احتیاطی تھی، مگر موجودہ دور میں جھوٹ بولنے کے امکانات کی وجہ سے یہ انتہائی اہمیت رکھتی ہے۔

### عدم ادائیگی قسط پر مالی جرمانہ

اسلامی تعلیمات کے مطابق، اگر قسط ادا نہ کرنے والا شخص تنگدست ہو تو اسے مہلت دینی چاہیے۔ اگر وہ خوشحال ہو مگر پھر بھی ادائیگی میں تاخیر کرے تو اسے قید کیا جائے اور اس کے مال سے قسط ادا کی جائے۔ لیکن موجودہ نظام میں ایسا ممکن نہیں کیونکہ حکومت اسلامی نہیں ہے۔ اس کا حل مفتی تقی عثمانی صاحب نے یہ تجویز دیا:

قسط کی عدم ادائیگی پر خریدار سے عقد کے آغاز میں یہ وعدہ لیا جائے کہ اگر وہ بروقت قسط ادا نہ کرے تو ایک طے شدہ رقم خیراتی فنڈ (Charity Fund) میں جمع کرائے گا۔

صرف وعدہ (وعدہ محض) کی بنیاد پر کوئی قانونی ذمہ داری عائد نہیں کی جاسکتی۔ مالکی فقہ کے بعض اقوال کے مطابق:

وعدے کی بنیاد پر قانونی عمل ہو سکتا ہے۔

جیسا کہ عبارت میں لکھا گیا:

"وَأَمَّا إِذَا الْتَزَمَ أَنَّهُ إِنْ لَمْ يُوَفِّ حَقَّهُ فِي وَقْتِ كَذَا فَعَلَيْهِ كَذَا أَوْ صَدَقَةٌ لِلْمَسَاكِينِ، فَهَذَا هُوَ مَحَلُّ الْخِلَافِ... فَالْمَشْهُورُ أَنَّهُ لَا يُقْضَى بِهِ كَمَا تَقَدَّمَ، وَقَالَ ابْنُ دِينَارٍ يُقْضَى بِهِ۔"[29]

---

[28] حمید اللہ جان، مفتی، اسلامی نظام معیشت کے تناظر میں موجودہ اسلامی بینکنگ پر ایک تحقیقی فتویٰ، ص:29

[29] تقی عثمانی، اسلام اور جدید معیشت و تجارت، ص:120

ISSN E: 2709-8273
ISSN P:2709-8265
JOURNAL OF APPLIED LINGUISTICS AND TESOL
JALT



اور جب کوئی شخص التزام کرے کہ اگر میں نے فلاں وقت اس کا حق ادا نہ کیا تو میں فلاں کو اتنا دوں گا یا مجھ پر مساکین کے لیے اتنا صدقہ لازم ہوگا، تو یہ فقہاء کے درمیان اختلافی مسئلہ ہے جس پر مستقل باب قائم کیا گیا ہے۔

مالکیہ کے مشہور مذہب کے مطابق اس التزام پر قاضی حکم جاری نہیں کرے گا اور اس کو واجب الادا قرار نہیں دیا جائے گا، البتہ ابن دینار کی رائے ہے کہ اس التزام کو پورا کرنے کا حکم دیا جائے گا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مالکی فقہ میں بھی یہ مسئلہ متفق علیہ نہیں بلکہ ایک منفرد رائے ہے۔ لہٰذا ایک منفرد اور کمزور رائے کو بنیاد بنا کر پورے معاملے کو استوار کرنا علمی لحاظ سے درست نہیں۔ مزید برآں، صدقہ بذات خود ایک تبرع ہے، اور شریعت میں کسی کو تبرع پر مجبور نہیں کیا جا سکتا۔

### خیراتی فنڈ کی شرعی حیثیت اور بینک کا اختیار

ڈاکٹر عبد الواحد صاحب، احسن الفتاویٰ کے حوالے سے بیان کرتے ہیں کہ مجلسِ تحقیق مسائل حاضرہ میں علماء نے اس بات پر زور دیا کہ اگر خیراتی فنڈ بنانا ضروری ہے اور اگر مالکی فقہ کے اصول کو لاگو کرنا ہی ہے، تو پھر اس فنڈ کو بینک کے کنٹرول میں رکھنے کے بجائے کسی تیسرے غیر جانبدار فریق کے کنٹرول میں ہونا چاہیے۔ مگر بینک اس بات پر مصر رہے کہ فنڈ ان ہی کے قبضے میں رہے۔ ظاہر ہے کہ جب بینک فنڈ کو اپنے قبضے میں رکھنے پر اتنا اصرار کرتے ہیں تو اس کے پیچھے کوئی مفاد یا حکمت عملی ضرور ہے۔ غور کرنے پر معلوم ہوتا ہے کہ شاید بینک اس خیراتی فنڈ کے ذریعے غرباء کی مدد کر کے نیک نامی حاصل کرنا چاہتے ہیں، اور یہ نیک نامی بذاتِ خود ایک معنوی فائدہ ہے، جو کہ بالواسطہ طور پر ایک طرح کا سود شمار ہوتا ہے۔

### اجارہ منتھی بالتملیک کا طریقہ کار

بینک کے عقدِ اجارہ پر بھی اعتراضات وارد ہوئے ہیں۔ جدید بینکاری نظام میں اجارہ کی ایک نئی قسم متعارف کرائی گئی ہے جسے فنانسنگ لیز یا الاجارہ المنتھی بالتملیک کہا جاتا ہے۔ اس طریقہ کار میں مثال کے طور پر اگر کسی فیکٹری کو کوئی مشین درکار ہو تو بینک اس فیکٹری کو وہ مشین اجارہ (کرائے) پر دیتا ہے۔ اس اجارہ میں مشین کی قیمت کے ساتھ بینک اپنا نفع بھی متعین کرتا ہے اور ایک مقررہ مدت رکھی جاتی ہے جس میں مشین مکمل طور پر استعمال ہو کر اپنی افادیت ختم کر دیتی ہے۔ مشین کی کل قیمت اور نفع کو اس مدت کے مطابق قسطوں میں تقسیم کر دیا جاتا ہے، اور قسطوں کی ادائیگی مکمل ہونے کے بعد مشین کا ملکیتی حق فیکٹری کو منتقل کر دیا جاتا ہے۔

جدید بینکاری نظام میں اجارہ کی ایک نئی قسم متعارف کرائی گئی ہے جسے اجارہ منتھی بالتملیک کہتے ہیں۔ اس میں بینک گاہک کے لیے پہلے چیز خریدتا ہے، پھر اس چیز کو گاہک کو کرائے پر دیتا ہے، اور اجارہ مکمل ہونے کے بعد اس چیز کو فروخت کر دیتا ہے۔

اسلامی بینکوں کو ہدایت دی گئی ہے کہ یہ تینوں معاملات (خرید، اجارہ، بیع) ایک دوسرے سے مشروط نہ ہوں، بلکہ صرف وعدہ لیا جائے، مشروط عقد نہ بنایا جائے۔

### عقد اجارہ کو جلد ختم کرنے کی شرط

اگر گاہک دورانِ اجارہ کسی بھی وقت اجارہ ختم کرنا چاہے تو اسے وہ شے بینک ہی سے، بینک کی متعین کردہ قیمت پر خریدنی پڑتی ہے۔ اس شرط کا فائدہ صریحاً بینک کو ہوتا ہے اور گاہک کے لیے نقصان دہ ہوتی ہے، جس کی وجہ سے یہ شرط فاسد قرار دی گئی ہے۔

### شے مستاجرہ کا بیمہ

موجودہ اسلامی بینکاری میں شے مستاجرہ کی انشورنس کی جاتی ہے۔ اگرچہ انشورنس بینک کرواتا ہے، لیکن گاہک کو معلوم ہوتا ہے، اس لیے گاہک بھی گناہ میں شریک ہوتا ہے۔ نیز، انشورنس کی وجہ سے شے بینک کے ضمان سے نکل جاتی ہے، جبکہ فقہ کے مطابق اگر شے بغیر غفلت کے ہلاک ہو جائے تو ضمان موجر (مالک) پر آتا ہے۔

### صفقتہ فی صفقتہ کی خرابی

فقہی اصول کے مطابق ایک عقد میں دو معاہدے شامل نہ ہوں۔ مگر اس طریقہ کار میں اجارہ حقیقتاً اس شرط پر ہوتا ہے کہ بعد میں شے کو خریدا جائے گا، جو "صفقتہ فی صفقتہ" اور "تعلیق البیع" کے زمرے میں آتا ہے، اور ان دونوں کا اجتماع ناجائز ہے۔

### ہنڈی (Bill of Exchange) کا کاروبار

ہنڈی کے کاروبار کی وضاحت علامہ غلام رسول سعیدی نے کی ہے:

ISSN E: 2709-8273
ISSN P:2709-8265
JOURNAL OF APPLIED LINGUISTICS AND TESOL
JALT



اگر زید نے عمرو سے سامان خرید کر تین ماہ بعد ادائیگی کا وعدہ کیا اور اس کے بدلے میں عمرو کو ہنڈی دی، تو عمرو اس ہنڈی کو بینک کے پاس کم قیمت پر فروخت کر دیتا ہے۔ بینک مقررہ وقت پر پوری رقم وصول کرتا ہے اور عمرو کو فوری رقم مل جاتی ہے۔

احمد رضا خان بریلوی کے مطابق، نوٹ یا ہنڈی ایک "مال متقوم" ہے، جسے باہمی رضامندی سے کسی بھی قیمت پر بیچا جا سکتا ہے۔ اسی بنیاد پر ہنڈی کے کاروبار کو انہوں نے جائز قرار دیا ہے۔

کمال الدین ابن امام نے بھی لکھا ہے کہ ایک کاغذ ہزار روپے میں فروخت کرنا جائز ہے، چاہے اس کی اصل قیمت کم ہو۔ اسی طرح دس روپے کا نوٹ آٹھ یا پندرہ روپے میں بھی بیچا جا سکتا ہے۔

ہنڈی کو عام کاغذ کی طرح فروخت کرنا جائز نہیں ہے۔ اس کی خرید و فروخت کی بنیاد محض کاغذ ہونے پر نہیں بلکہ اس پر درج شدہ ادائیگی کے وعدے اور اقرار پر ہے، جس کی شرعی حیثیت دراصل قرض کی بیع کے مترادف ہے۔ اس میں بائع اپنا قرض اس شخص کو فروخت کر رہا ہوتا ہے جس پر اس کا اصل قرض واجب نہیں، اور شریعت میں اس طرح قرض کا فروخت کرنا ناجائز ہے۔ مولانا غلام رسول سعیدی نے اس بیع کے عدم جواز کی سب سے بڑی وجہ اس میں پائے جانے والے غرر (غیر یقینی خطرہ) کو قرار دیا ہے۔ اگر فرض کریں کہ مقروض دیوالیہ ہو جائے، یا اپنی جائیداد بیچ کر ملک سے باہر چلا جائے، یا کوئی غیر متوقع حادثہ پیش آ جائے اور وہ رقم ادا نہ کر سکے، تو ایسی صورت میں بینک یا نیا خریدار نقصان کا شکار ہوتا ہے۔ اس وجہ سے اس بیع کو ناجائز کہا گیا ہے، کیونکہ شریعت میں غرر کی بنیاد پر معاملات کو ممنوع قرار دیا گیا ہے۔

مفتی منیب الرحمان کے مطابق، ہنڈی کی بیع دراصل نقد کے بدلے نقد کے تبادلے کے مترادف ہے، جو تاخیر اور زیادتی کے ساتھ کیا جاتا ہے۔ یہ صورت "ربا الفضل" کی تعریف میں آتی ہے، جو کہ شریعت میں حرام ہے۔ ربا الفضل کی ممانعت کا بنیادی مقصد مالی استحصال اور غیر منصفانہ اضافہ سے بچانا ہے، اور اسی اصول کی خلاف ورزی ہنڈی کے کاروبار میں ہوتی ہے۔

مفتی محمد تقی عثمانی نے اس قسم کے تبادلے کی وضاحت کرتے ہوئے کہا ہے کہ اگر سعودی عرب میں کوئی شخص پاکستانی شخص کو کہے کہ میں تمہیں یہاں ریال دیتا ہوں اور تم میرے کسی عزیز کو پاکستان میں روپے ادا کر دو، تو یہ معاملہ مارکیٹ کے نرخ پر ہوتا ہے اور اس میں ریال اور پاکستانی روپے کی جنس مختلف ہونے کی وجہ سے اصولی طور پر تبادلہ جائز ہے، بشرطیکہ چند شرائط پوری کی جائیں۔ پہلی شرط یہ ہے کہ معاملہ مثل پر ہو، یعنی دونوں فریقوں کو مکمل علم ہو کہ کتنا کیا دیا جا رہا ہے۔ دوسری شرط یہ ہے کہ مجلس میں قبضہ کیا جائے، یعنی جس وقت سعودی عرب میں ریال دیے جائیں، اسی وقت پاکستان میں روپے کی ادائیگی کا بندوبست ہو۔ اگر یہ شرط پوری نہ ہو تو یہ "بیع الکالی بالکالی" یعنی دونوں طرف سے ادھار ہو جاتی ہے، جو شریعت میں ناجائز ہے۔ تیسری شرط یہ ہے کہ اگر ملکی قانون اس طرح کے تبادلے یا ہنڈی کے ذریعے رقم بھیجنے سے روکتا ہو، تو اگرچہ اس میں سود شامل نہ ہو، پھر بھی قانون شکنی کے باعث یہ عمل گناہ بن جاتا ہے۔ مسلمان حکومت کی صورت میں اس کی اطاعت لازمی ہے، اور اگر غیر مسلم حکومت ہو تب بھی ملکی قانون کی پاسداری ایک شہری کی ذمہ داری ہے۔

**مسلم حکومت میں معاہدے کی خلاف ورزی کا حکم**

اگر مسلم حکومت ہو تو قانون کی خلاف ورزی کی بنا پر معاہدے کی عدم تکمیل گناہ کا باعث بنتی ہے، جبکہ اگر قانون کی خلاف ورزی نہ ہو تو یہ معاملہ بذاتِ خود جائز ہے۔ علامہ غلام رسول سعیدی کے نزدیک اس بیع میں غرر کی وجہ سے یہ ناجائز ہے، جبکہ مفتی محمد تقی عثمانی فرماتے ہیں کہ اگر مجلس میں قبضہ مکمل کر لیا جائے تو یہ جائز ہو سکتا ہے۔

**دو معاملات کا ایک دوسرے کے ساتھ مشروط ہونا**

ڈاکٹر عبد الواحد کے مطابق اصل مسئلہ یہ ہے کہ یہاں دو معاملوں کو ایک دوسرے کے ساتھ مشروط نہ کرنا صرف متعاقدین (فریقین) کی رضامندی پر موقوف نہیں ہے بلکہ بینک کے قواعد و ضوابط میں باقاعدہ لکھا ہوتا ہے کہ قرض اسی وقت دیا جائے گا جب ایک اور معاملہ بھی کیا جائے گا۔ اس لیے یہاں دونوں معاملے از خود ایک دوسرے کے ساتھ مشروط ہو جاتے ہیں، جس سے صفقتین فی صفقتہ کی خرابی پیدا ہوتی ہے اور اس وجہ سے یہ معاملہ شرعاً ناجائز ہو جاتا ہے۔

**اسلامی بینکوں کے لیے تجویز کردہ طریقہ**

اسلامی بینکوں کو مشورہ دیا گیا ہے کہ جب برآمد کنندہ بینک کے پاس ہنڈی لے کر آئے تو بینک اس ہنڈی کی وصولی کے لیے وکیل بن جائے۔ اس کے بعد دوسرا عقد علیحدہ اس طرح کیا جائے کہ ہنڈی کی جتنی رقم ہے، اتنی رقم کا بلا سود قرض برآمد کنندہ کو دے دیا جائے۔ پہلے عقد پر بینک برآمد کنندہ سے حق الخدمت (Service Charges) وصول کر سکتا ہے، بشرطیکہ دونوں معاملات الگ الگ ہوں اور ایک دوسرے کے ساتھ مشروط نہ ہوں تاکہ شرعی قباحت نہ ہو۔

**اسلامی بینکاری کے مجوزین کے جوابات اور توضیحات**

اسلامی بینکاری کے مجوزین نے معترضین کے اعتراضات کے جوابات اور وضاحتیں پیش کی ہیں۔ ان کے مطابق بعض اعتراضات محض غلط فہمی یا اسلامی بینکاری کے موجودہ عملی ڈھانچے سے ناواقفیت کی وجہ سے ہیں، جو حقیقت میں کوئی وزن نہیں رکھتے۔ دوسری طرف، کچھ اعتراضات ایسے بھی ہیں جنہیں خود اسلامی بینکاری کے حامی تسلیم کرتے ہیں اور وہ ان خامیوں کو دور کرنے کی کوششوں میں مصروف ہیں تاکہ اس نظام کو مکمل طور پر شریعت کے مطابق بنایا جا سکے۔

**کیا اسلامی بینکنگ سودی بینکاری سے جداگانہ تشخص قائم کرنے میں کامیاب ہوئی ہے؟**

اسلامی بینکاری پر ایک بنیادی اعتراض یہ کیا جاتا ہے کہ معاصر اسلامی بینک اب تک اپنا ایک الگ اور جداگانہ تشخص قائم کرنے میں ناکام رہے ہیں۔ خواہ وہ عام کھاتہ دار ہوں یا ماہر معاشیات، اکثر لوگ جنہوں نے اسلامی بینکوں کے ساتھ معاملہ کیا ہے، ان کا کہنا ہے کہ ان بینکوں اور سودی بینکوں کے معاملات میں کوئی واضح فرق نظر نہیں آتا۔ اس اعتراض کی بنیاد یہ ہے کہ اسلامی بینک عملی طور پر اسی معاشی ڈھانچے میں کام کر رہے ہیں جس میں سودی بینک کام کرتے ہیں، فرق صرف اتنا ہے کہ اسلامی بینک سود کی اصطلاح استعمال نہیں کرتے بلکہ اپنے معاملات کو نفع و نقصان کی بنیاد پر ظاہر کرتے ہیں۔

مجوزین کا کہنا ہے کہ اس کی وجہ یہ ہے کہ اسلامی بینکوں کی تعداد ابھی تک روایتی سودی بینکوں کے مقابلے میں بہت کم ہے، اس لیے وہ ابھی تک اپنا الگ Inter Bank Offered Rate قائم کرنے میں کامیاب نہیں ہو سکے۔ بینکوں کے درمیان مالی لین دین کا یہ نظام (جسے KIBOR یعنی Karachi Inter Bank Offered Rate یا بین الاقوامی سطح پر LIBOR یعنی London Inter Bank Offered Rate کہتے ہیں) بینکوں کو ایک خاص شرح سود پر تمویل (فنانسنگ) کرنے کا پابند کرتا ہے۔ مثلاً، اگر تمام بینک اس بات پر متفق ہیں کہ وہ فنانسنگ کے لیے کم از کم پانچ فیصد شرح وصول کریں گے تو اسلامی بینک بھی، اگرچہ سود کے بجائے نفع کی اصطلاح استعمال کرتے ہیں، عملاً اسی شرح کے قریب رہنے پر مجبور ہوتے ہیں۔

پاکستان میں اسلامی بینکوں کو بھی اسی KIBOR کے پیمانے کا پابند رہنا پڑتا ہے۔ مجوزین کا کہنا ہے کہ اگر اسلامی بینکوں کی تعداد بڑھ جائے تو وہ اپنا الگ Inter Bank Offered Rate بنا سکتے ہیں، جس کی مدد سے وہ نہ صرف کھاتہ داروں کو زیادہ نفع دے سکیں گے بلکہ سرمایہ دارانہ استحصالی نظام کے خلاف اسلامی عادلانہ تقسیم دولت کے نظام کے قیام میں بھی کردار ادا کر سکیں گے۔

**کیا شخصی قانونی اور محدود ذمہ داری کا اصول صرف بینکوں کے فائدے کے لیے ہے؟**

اسلامی بینکاری کے مجوزین اس بات پر زور دیتے ہیں کہ شخصی قانونی اور محدود ذمہ داری کا جو اصول انہوں نے پیش کیا ہے، وہ حتمی یا غیر متبدل نہیں ہے بلکہ اس میں تبدیلی اور بہتری کی گنجائش ہمیشہ موجود ہے۔ اس اصول کو قطعی طور پر بینکوں کے فائدے کے لیے مخصوص کرنا درست نہیں۔

**شخصی قانونی اور محدود ذمہ داری کا جائزہ**

اگر شخصی قانونی اور محدود ذمہ داری کے اصول سے لوگوں کے استحصال یا دھوکہ دہی کے مواقع پیدا ہوں، تو اس پر نظر ثانی کی جا سکتی ہے۔ مفتی تقی عثمانی، محدود ذمہ داری کے مختلف نظائر بیان کرنے کے بعد لکھتے ہیں کہ ان پانچ مثالوں کی روشنی میں بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ شخصی قانونی اور محدود ذمہ داری کا تصور اسلامی تعلیمات کے خلاف نہیں ہے۔ تاہم، ان کا کہنا ہے کہ اس بات کا خاص خیال رکھا جائے کہ یہ تصور لوگوں کو دھوکہ دینے یا نفع بخش کاروبار کے نتیجے میں پیدا ہونے والی فطری ذمہ داریوں سے بچنے کا ذریعہ نہ بنے۔ اس لیے اس تصور کو پبلک کمپنی تک محدود رکھا جا سکتا ہے، جو اپنے شیئرز عوام کے لیے جاری کرتی ہے اور جس کے شیئر ہولڈرز کی تعداد اتنی زیادہ ہوتی ہے کہ انہیں کاروبار کے روزمرہ امور اور اثاثوں سے زیادہ قرضوں کا ذمہ دار نہیں ٹھہرایا جا سکتا۔[30]

**پرائیویٹ کمپنیوں اور سلیپنگ پارٹنرز کی ذمہ داری**

تقی عثمانی مزید لکھتے ہیں کہ اس اصول کا اطلاق کسی فرم کے غیر عامل شرکاء (Sleeping Partners) اور پرائیویٹ کمپنی کے ان شرکاء پر بھی ہو سکتا ہے، جو کاروبار کے انتظام اور عملی سرگرمیوں میں حصہ نہیں لیتے۔ البتہ، کسی شراکت میں فعال شرکاء یا پرائیویٹ کمپنی کے ایسے شرکاء جو عملی طور پر کام کر رہے ہوں، ان کی ذمہ داری غیر محدود ہونی چاہئے۔ اس طرح انہیں کاروبار میں پیدا ہونے والے ہر قسم کے خطرے اور نقصان کی مکمل ذمہ داری قبول کرنی ہوگی۔[31]

---

[30] تقی عثمانی، اسلامی بینکاری کی بنیادیں، مترجم: محمد زاہد، فیصل آباد: مکتبہ العارفی، س۔ن، ص241

[31] تقی عثمانی، اسلامی بینکاری کی بنیادیں، مترجم: محمد زاہد، ص242

### اعتراضات کا جواب

شخصی قانونی اور محدود ذمہ داری پر کیے گئے اعتراضات کا جواب دیتے ہوئے سب سے پہلی بات یہ کہی گئی ہے کہ اس تصور کے بارے میں کوئی واضح رہنمائی نصوص (قرآن و حدیث) میں نہیں ملتی۔ اگر یہ کہا جائے کہ شخصی قانونی کا تصور سرے سے غیر شرعی ہے، تو یہ بات بدیہی طور پر غلط ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ شخصی قانونی دراصل "شخص معنوی" ہی کی ایک شکل ہے۔ ہر ادارہ، چاہے وہ مدرسہ ہو یا ہسپتال، تجارتی کمپنی ہو یا بینک، اپنے مالکوں، منتظمین اور شرکاء سے الگ ایک قانونی وجود رکھتا ہے۔ جب قانون اس شخص معنوی کو تسلیم کر لے، تو وہ شخصی قانونی کہلاتا ہے۔

### مضاربت میں محدود ذمہ داری کا کردار

بینکوں کے عقدِ مضاربت میں، جہاں ہزاروں کھاتہ دار رب المال کے طور پر بینک (مضارب) کے ساتھ معاہدہ کرتے ہیں، وہاں محدود ذمہ داری کی شرط کی وجہ سے ان کے مالی نقصان کا اندیشہ نہیں ہوتا۔ البتہ، مضاربت کے عمومی قاعدے کے تحت اگر نقصان ہو جائے تو وہ رب المال ہی کا ہوتا ہے، اور اگر نقصان بینک کی تعدی یا کوتاہی کی وجہ سے ہو تو محدود ذمہ داری کا تصور بینک کو ذمہ داری سے بچا نہیں سکتا۔
کمپنی کے قانون میں بھی وضاحت موجود ہے کہ اگر کمپنی کسی دھوکہ دہی، خلاف معاہدہ اقدام یا اختیارات سے تجاوز کرے، تو اس صورت میں محدود ذمہ داری کا اصول اسے محفوظ نہیں رکھ سکتا۔[32]

### محدود ذمہ داری اور شریعت

شخصی قانونی اور محدود ذمہ داری کا تصور عمومی طور پر شریعت کے خلاف نہیں، لیکن اس کا اطلاق اس وقت متعارض شریعت ہو جاتا ہے جب کمپنی دیوالیہ ہو جائے۔ اس کا حل یہ تجویز کیا گیا ہے کہ کمپنی کے تحلیل کے وقت جو آفیسر (Liquidator) مقرر ہوتا ہے، شرکاء از خود اس کے پاس جا کر پیشکش کریں کہ جو دائنین اپنے حقوق سے محروم ہو رہے ہیں، ان کے واجب الادا دیون میں سے جو حصہ ان کے ذمے بنتا ہے، وہ ادا کرنے کے لیے تیار ہیں۔ ان شرکاء کے ذمے یہ رقوم واجب ہوں گی۔ اس طرح، محدود ذمہ داری کی شرط سے کوئی عقد شراکت یا مضاربت فاسد نہیں ہوتا، بلکہ اگر یہ شرط ہو کہ ذمہ داری محدود ہو گی، تو یہ شرط ہی فاسد سمجھی جائے گی۔

### کیا ہر قسم کی تلفیق حرام ہے؟

ایک اعتراض یہ ہے کہ معاصر اسلامی بینکاری میں شرعی تقاضے پورے کیے بغیر تلفیق (مختلف فقہی مسالک کے اقوال کو ملا کر مسئلہ حل کرنا) کا سہارا لیا گیا ہے، جو حرام ہے۔ مجوزین کا کہنا ہے کہ یہ معاملہ غور طلب ہے کہ اگر کسی ایک فقہی مسلک میں کسی جدید مسئلہ کے متعلق کوئی واضح حکم موجود نہ ہو، اور دوسرے مسلک میں اس سے متعلق کوئی فرع موجود ہو، تو اس فرع کو اپنانا تلفیق شمار نہیں ہو گا۔ مثال کے طور پر اجباری تصدق کے مسئلے پر غور کیا جائے؛ حنفی فقہ کی کتب اس بارے میں خاموش ہیں، جبکہ مالکی فقہ میں رہنمائی موجود ہے۔ اس لیے اگر اس معاملے میں مالکی فقہ سے استفادہ کیا جائے تو یہ تلفیق کے زمرے میں نہیں آئے گا۔

### شرکت و مضاربت کا عملی نفاذ

علامہ غلام رسول سعیدی فرماتے ہیں کہ جس قوم کے آباؤ اجداد نے سودی نظام کو ختم کر کے تین براعظموں پر محیط سلطنت کا اقتصادی نظام صدیوں تک بغیر سود کے چلایا، آج اسی قوم کے لوگ سود کو اقتصادیات کا جزو لازم سمجھنے لگے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ اسلامی بینک ابھی تک شرکت و مضاربت کے معیاری طریقوں کو بڑے پیمانے پر اپنانے میں ناکام رہے ہیں۔ اس صورت حال پر مجوزین بھی پریشان ہیں، مگر وہ مایوس نہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ بہر حال مستقبل میں مرابحہ اور اجارہ کی بجائے شرکت و مضاربت کو زیادہ وسیع پیمانے پر اپنانے کی کوششیں جاری ہیں۔

### اجارہ و مرابحہ اور خلافت عثمانیہ کا تجربہ

اجارہ اور مرابحہ کے استعمال کے باوجود موجودہ اسلامی بینکاری کا نظام سود سے پاک ہے۔ اس کی سب سے بڑی دلیل یہ ہے کہ مرابحہ مؤجلہ، جسے آج اسلامی بینکاری میں سب سے زیادہ استعمال کیا جا رہا ہے، خلافت عثمانیہ کے دور میں باقاعدہ طور پر رائج تھی۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ مرابحہ مؤجلہ کو شریعت کے مطابق استعمال کرنا ممکن ہے، بشرطیکہ اس کے اصول صحیح طور پر اپنائے جائیں۔

### کیا اسلامی بینک سٹیٹ بینک کے قوانین کے پابند ہوتے ہیں؟

---

32 تقی عثمانی، اسلامی بینکاری کی بنیادیں، مترجم: محمد زاہد، ص 242

ISSN E: 2709-8273
ISSN P:2709-8265
JOURNAL OF APPLIED LINGUISTICS AND TESOL
JALT



یہ اعتراض بظاہر درست ہے کہ اسلامی بینک مرکزی بینک یعنی سٹیٹ بینک کے قواعد وضوابط کے پابند ہوتے ہیں۔ تاہم، مجوزین کا کہنا ہے کہ اسلامی بینک صرف اسی حد تک ان قواعد کی پابندی کرتے ہیں جس حد تک فقہ اسلامی انہیں اجازت دیتی ہے۔ مثال کے طور پر، اگر سٹیٹ بینک اپنے قواعد وضوابط میں کوئی تبدیلی کرے تو اسلامی بینک اس تبدیلی کو فوری طور پر جاری معاہدات میں لاگو نہیں کرتے، بلکہ جب معاہدہ مکمل ہو جاتا ہے اور نیا معاہدہ کیا جاتا ہے تو اس وقت نئے قواعد لاگو کیے جاتے ہیں۔ اسی طرح، مرکزی بینک نے لیزنگ اور فائنانسنگ کی مختلف صورتوں میں انشورنس کو لازمی قرار دیا تھا، مگر تکافل کے نظام کے متعارف ہونے کے بعد اسلامی بینکوں نے انشورنس کے بجائے تکافل اپنالیا۔ مزید یہ کہ اسلامی بینک اپنے معاہدات میں مجہول کی پابندی بھی عائد نہیں کرتے۔ ایک اور اعتراض یہ بھی کیا جاتا ہے کہ اسلامی بینک ضرورت پڑنے پر سٹیٹ بینک یا کسی سودی بینک سے قرضہ لیتے ہیں، جو غلط ہے۔ اس لیے کہ اسلامی بینکوں پر یہ سخت پابندی عائد ہے کہ وہ سود پر قرضہ نہ لیں۔ موجودہ اسلامی بینکوں میں سے کسی کے بارے میں بھی یہ ثابت نہیں کیا جاسکا کہ انہوں نے سودی قرضہ لیا ہو۔

**شرکت متناقصہ اور اس کا جواز**

معاصر اسلامی بینکاری میں شرکت متناقصہ ایک ایسا طریقہ ہے جس میں تین بنیادی اجزاء شامل ہوتے ہیں:

- بینک اور عمیل (گاہک) کا کسی اثاثے کو مشترکہ طور پر خریدنا
- بینک کا اپنے حصے کو عمیل کو کرایہ پر دینا
- عمیل کا بینک کے حصے کو قسطوں میں خریدنا۔

ان تین مراحل میں بینک اور عمیل کے درمیان شراکت داری قائم رہتی ہے، اور عمیل رفتہ رفتہ بینک کا حصہ خرید کر اثاثے کا مکمل مالک بن جاتا ہے۔ اس ماڈل میں شرعی اصولوں کو مدنظر رکھتے ہوئے اجارہ، شراکت اور بیع کے تصورات کو یکجا کیا گیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اسے ناجائز بیوع کے زمرے میں شمار نہیں کیا جاتا بلکہ اسے شریعت کے مطابق سمجھا جاتا ہے۔

**شرکت متناقصہ کی شرعی حیثیت**

تمام اسلامی بینکوں کو ہدایت کی گئی ہے کہ وہ شرکت متناقصہ کے تینوں معاملات (مشترکہ خریداری، کرایہ، اور قسطوں کی خریداری) کو علیحدہ علیحدہ رکھیں اور ان میں سے کسی ایک کو دوسرے پر مشروط نہ کریں۔ موجودہ اسلامی بینک اسی اصول پر عمل پیرا ہیں۔ اگر عمیل کرایہ دیتا رہے اور بینک کا حصہ نہ خریدے تو بینک اسے زبردستی خریداری پر مجبور نہیں کرتے۔ اس لیے جب تینوں معاملات ایک دوسرے پر موقوف نہیں، نہ ان میں "صفقتين في صفقة" ہے اور نہ ہی "بیع بشرط" ہے، تو پھر اس ماڈل کو ناجائز کہنا درست نہیں۔ اس ماڈل کی بنیاد مکمل شرعی اصولوں پر رکھی گئی ہے، جس میں کوئی شرط فاسد یا مشروط بیع شامل نہیں۔

**مرابحہ میں بیع تعاطی کی حیثیت**

اگر مرابحہ میں تعاطی کو اس طرح جائز قرار دیا جائے کہ جب گاہک بینک کا وکیل بن کر سامان خرید لے اور اسی لمحے یہ سمجھ لیا جائے کہ خود بخود بیع بھی مکمل ہو گئی، تو اس صورت میں مرابحہ اور سودی قرض کے درمیان بنیادی فرق مٹ جاتا ہے۔ اس طرح عملاً یہی معاملہ بن جاتا ہے کہ بینک نے گاہک کو رقم دے دی اور بغیر کسی حقیقی قبضہ یا ضمان کے گاہک سے زائد رقم کا مطالبہ کر لیا۔ مفتی محمد تقی عثمانی فرماتے ہیں کہ تعاطی کے تحت اگرچہ ایجاب و قبول کا تلفظ شرط نہیں، لیکن زیر بحث تجویز میں تو نہ کوئی ایجاب ہوتا ہے اور نہ ہی حقیقی قبضہ، اس لیے مرابحہ میں تعاطی کی بنیاد پر عقد درست نہیں۔ لہٰذا یہ کہنا غلط ہے کہ موجودہ اسلامی بینکاری نظام میں مرابحہ میں تعاطی ہوتی ہے، کیونکہ یہاں باقاعدہ ایجاب و قبول کے ذریعے شرعی طریقے سے عقد کیا جاتا ہے۔[33]

**شئے کی ملکیت اور رسک**

اسلامی بینک اس شئے کے نقصان کے بذات خود ذمہ دار ہوتے ہیں جب تک وہ گاہک کے قبضے میں نہ آجائے۔ حال ہی میں میٹروپولیٹن حبیب بینک لمیٹڈ کی اسلامی بینکاری شاخ کو دو کروڑ روپے کا نقصان اس لیے اٹھانا پڑا کہ مرابحہ کے تحت سامان ان کی ملکیت میں تھا۔ اسی طرح البرکہ بینک کو درآمد شدہ ادویات میں اس وقت

---

33 عثمانی، اسلام اور جدید معاشی مسائل، ص 230

ISSN E: 2709-8273
ISSN P:2709-8265
JOURNAL OF APPLIED LINGUISTICS AND TESOL



نقصان برداشت کرناپڑا جب وہ ادویات بینک کے امان میں تھیں اور ضائع ہو گئیں۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ اسلامی بینک مرابحہ کے تحت خریدی گئی شئے کو ہر مرحلے پر گاہک کے رسک میں نہیں ڈالتے بلکہ بینک خود ضمان کا ذمہ دار ہوتا ہے۔[34]

**مالی جرمانے کی شرعی حیثیت**

جہاں تک مالی جرمانے کا تعلق ہے، مجوزین کا کہنا ہے کہ یہاں اجباری صدقہ کو بطور مجبوری حل کے طور پر اپنایا گیا ہے، کیونکہ اس کا کوئی اور متبادل موجود نہیں۔ بینک اس رقم کو خود کسی فائدے کے لیے استعمال نہیں کرتا بلکہ صدقہ کے طور پر ہی لیا جاتا ہے۔ اس کا بنیادی مقصد اخلاقی دباؤ ڈال کر وعدہ خلافی کو روکنا ہے، نہ کہ بینک کو نفع دینا۔

**کھاتہ دار کی عقد کے بارے میں آگاہی**

یہ بھی اعتراض کیا جاتا ہے کہ آیا کھاتہ دار بوقت عقد، اس کے بارے میں مکمل آگاہی رکھتے ہیں یا نہیں۔ اس پر مجوزین کا کہنا ہے کہ اسلامی بینکوں کی پالیسی یہ ہے کہ تمام عقد کے شرائط اور تفصیلات کھاتہ دار کو بتائی جاتی ہیں، اور ان کی رضامندی کے بغیر کوئی قدم نہیں اٹھایا جاتا۔ اگرچہ اس میں کبھی عملی کوتاہیاں ہو سکتی ہیں، تاہم بنیادی اصول یہی ہے کہ شفافیت کو یقینی بنایا جائے اور کھاتہ دار کو مکمل معلومات فراہم کی جائیں۔[35]

**خلاصۂ کلام:**

جدید نظامِ بینکاری نے اسلامی فقہ کو ایک نیا عملی اور فکری میدان فراہم کیا، جس میں فقہائے کرام کو اس بات کا سامنا تھا کہ وہ ایک ایسے مالیاتی نظام کا جائزہ لیں جو سود جیسے واضح شرعی ممنوعات پر مبنی ہو۔ اس صورتِ حال میں فقہاء نے محض انکار پر مبنی موقف اختیار کرنے کے بجائے تحقیق، اجتہاد اور تنقیدی تجزیے کی راہ اپنائی۔ چنانچہ ایک طرف بعض اہلِ علم نے اس پورے نظام کو غیر شرعی قرار دے کر مکمل اجتناب کی بات کی، جبکہ دوسری جانب کئی معاصر علماء وفقہاء نے اس نظام کے اندر موجود ممکنہ دائرۂ اجتہاد کو استعمال کرتے ہوئے اسلامی بینکاری اور مالیاتی اداروں کی بنیاد رکھی۔ ان کوششوں کا مقصد یہی تھا کہ شریعت کے بنیادی اصولوں کی پاسداری کے ساتھ جدید مالیاتی ضروریات کو پورا کیا جا سکے۔ یہ رجحانات اس بات کی علامت ہیں کہ فقہ اسلامی ایک زندہ اور متحرک علم ہے، جو ہر دور کے مسائل کو اپنی علمی میراث، اصولی بنیادوں اور اجتہادی صلاحیت کے ساتھ حل کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے۔ موجودہ بینکاری نظام کے حوالے سے فقہائے کرام کی کاوشیں اس بات کی عملی مثال ہیں کہ شریعتِ اسلامیہ عصرِ حاضر کے پیچیدہ معاشی مسائل کا حل مہیا کرنے کی مکمل صلاحیت رکھتی ہے، بشرطیکہ اخلاص، دیانت اور فکری وسعت کے ساتھ اس پر غور کیا جائے۔

مصادر و مراجع

1. ابن تیمیہ . مجموع الفتاوی . مدینہ منورہ: مجمع الملک فهد، 1995۔
2. ابن عابدین . رد المحتار علی الدر المختار . بیروت: دار الفکر، 1386ھ۔
3. ابن قدامہ . المغنی . بیروت: دار الفکر، 1405ھ۔
4. الکاسانی . بدائع الصنائع . بیروت: دار الکتب العلمیہ، س.ن۔
5. امام مسلم . صحیح مسلم . کتاب المساقاۃ، حدیث: 1598۔
6. اوصاف احمد . اسلامی بینکاری . اسلام آباد: انسٹیٹیوٹ آف پالیسی اسٹڈیز، 1992۔
7. بالا کوٹی، رفیق احمد " . مروجہ اسلامی بینکاری اور جمہور علماء کے موقف کا خلاصہ ". ماہنامہ بینات، اکتوبر 2008۔
8. جلال پوری، سعید احمد، مدیر۔ ماہنامہ بینات . کراچی: جامعہ علوم اسلامیہ، بنوری ٹاؤن، اکتوبر 2008۔
9. حمید اللہ جان . اسلامی نظام معیشت کے تناظر میں موجودہ اسلامی بینکنگ پر ایک تحقیقی فتویٰ . پشاور: دار الافتاء، 2001

---

[34] عثمانی، اسلام اور جدید معاشی مسائل، ص 213-216

[35] عثمانی، محمد تقی۔ اسلام اور جدید معاشی مسائل۔ کراچی: مکتبہ معارف القرآن، 2016، ص 230

ISSN E: 2709-8273
ISSN P:2709-8265
JOURNAL OF APPLIED LINGUISTICS AND TESOL
JALT



10. عثمانی، محمد تقی .اسلام اور جدید معیشت و تجارت .کراچی: مکتبہ معارف القرآن،2006۔
11. عثمانی، محمد تقی .اسلام اور جدید معاشی مسائل .کراچی: مکتبہ معارف القرآن،2016۔
12. عثمانی، محمد تقی .اسلامی بینکاری کی بنیادیں .مترجم: محمد زاہد۔ فیصل آباد: مکتبہ العارفی،2019
13. عبدالواحد،ڈاکٹر .فقہی مضامین .کراچی: مجلس نشریات اسلام،2006۔

## Bibliography

1. Ahmad, Ausaf. Islamic Banking. Islamabad: Institute of Policy Studies, 1992.
2. Balakoti, Rafiq Ahmad. “Contemporary Islamic Banking and the Summary of the Majority Scholars’ Position.” Monthly Bayyinat, October 2008.
3. Bin ‘Abidin, Muhammad Amin. Radd al-Muhtar ‘ala al-Durr al-Mukhtar. Beirut: Dar al-Fikr, 1386 AH
4. Bin Qudamah, Ibn. Al-Mughni. Beirut: Dar al-Fikr,2011
5. Hamidullah Jan, Mufti. A Research Fatwa on Contemporary Islamic Banking in the Context of the Islamic Economic System. Peshawar: Dar al-Ifta, 2001.
6. Ibn Taymiyyah. *Majmu‘* al-Fatawa. Madinah: King Fahd Complex, 1995.
7. Jalalpuri, Saeed Ahmad, ed. Monthly Bayyinat. Karachi: Jamia Uloom Islamiyyah Binori Town, October 2008.
8. Kasani, Ala al-Din. Bada’i al-Sana’i. Beirut: Dar al-Kutub al-Ilmiyyah, 2012
9. ‘Abd al-Wahid, Dr. Fiqhi Mazameen (Jurisprudential Articles). Karachi: Majlis Nashriyat-e-Islam, 2006.
10. Usmani, Muhammad Taqi. Foundations of Islamic Banking. Translated by Muhammad Zahid. Faisalabad: Maktabah al-‘Arifi, 2019.
11. Usmani, Muhammad Taqi. Islam and Contemporary Economic and Trade Issues. Karachi: Maktabah Ma’arif al-Qur’an, 2006.
12. Usmani, Muhammad Taqi. Islam and Contemporary Economic Problems. Karachi: Maktabah Ma’arif al-Qur’an, 2016.